میاں بیوی کے حقوق و فرائض

ویمن کمیشن جماعت اسلامی پاکستان

منصورہ ملتان روڈ لاہور فون نمبر:042-5419520

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاح کے ذریعہ مرد اور عورت کے درمیان قائم ہونے والا تعلق خاندان کی بنیاد ڈالنا ہے۔ خاندان معاشرے کا بنیادی یونٹ ہے۔ خاندان بہتر بنانے سے معاشرہ بہتر ہو گا اور یہ تبھی ممکن ہے جب فریقین اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ بھی ہوں اور ان کو بجالانے کیلئے سرگرم عمل بھی ایک اہم تحریر جو خاندانی زندگی کے بنیادی خدوخال واضح کرتی ہے۔

(چوہدری محمد اسلم سلیمی)

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

اسلام جس اعلی تہذیب و تمدن کا داعی ہے وہ اسی وقت وجود میں آسکتا ہے، جب ہم ایک پاکیزہ معاشرہ تعمیر کرنے میں کامیاب ہوں اور پاکیزہ معاشرے کی تعمیر کیلئے ضروری ہے کہ خاندانی نظام کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور کامیاب بنایا جائے۔ کیونکہ خاندان معاشرے کا بنیادی یونٹ ہے۔ خاندان کو بہتر بنانے سے معاشرہ بہتر ہو گا۔ خاندانی زندگی کا آغاز میاں اور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے اور اس تعلق کی خوشگواری اور مضبوطی واستحکام اسی وقت ممکن ہے جب میاں اور بیوی دونوں ہی اپنے اپنے حقوق و فرائض سے بخوبی واقف بھی ہوں اور فرائض کو بجالانے کے لئے پوری دل سوزی، خلوص اور کامل یکسوئی کے ساتھ سر گرم عمل بھی ہوں۔

اسلام کا قانون ازدواج ایک ایسا قانون ہے جو قوانین تمدن میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ وسیع الاثر قانون ہے عورت اور مرد کا ازدواجی تعلق درحقیقت انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہے اور کوئی فرد انسانی خواہ وہ عورت ہو یا مرد اس قانون کے دائرے سے خارج نہیں ہوسکتا جو اس تعلق کو منضبط (Regulate) کرنے کیلئے بنایا گیا ہے، کیونکہ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک عمر کے ہر حصے میں یہ قانون کسی نہ کسی حیثیت سے انسان کی زندگی پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر وہ بچہ ہے تو ماں اور باپ کے تعلقات اس کی تربیت میں موثر اور مفید ہوں گے۔ اگر جوان ہے تو خود اس کو ایک شریک زندگی (Life-Partner) سے واسطہ پڑے گا۔ اگر بوڑھا ہے تو اس کی اولاد ازدواجی تعلقات کی بندشوں میں بندھے گی اور اس کے قلب وروح کا سکون اور اس کی زندگی کا سکھ چین بڑی حد تک بہو بیٹے اور بیٹی داماد کے باہمی تعلقات کی بہتری اور استواری پر منحصر ہو گا۔

اسلام میں اس قانون کی حقیقی اہمیت کو ملحوظ کر اس کی تدوین نہایت صحیح اصولوں پر کی گئی تھی، اور مسلمانوں کو ازدواجی معاملات میں اپنے دین فطرت سے ایک ایسا صالح، جامع اور مکمل قانون ملا تھا۔ جس کو دنیا بھر کے قوانین ازدواج میں ہر حیثیت سے بہترین کہا جاسکتا ہے

مقاصد قانون

اس قانون کی تفصیل سے پہلے کے مقاصد قانون کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ قانون میں سب سے اہم چیز اس کا مقصد ہے۔ مقصد ہی کو پورا کرنے کیلئے اصول مقرر کئے جاتے ہیں اور اصولوں کے ماتحت احکام دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں پہلے اسلام کے قانون ازدواج کے مقاصد بیان کرنا چاہتا ہوں۔

1. اخلاق وعفت کی حفاظت

اسلامی قانون ازدواج کا پہلا مقصد اخلاق کی حفاظت ہے، وہ زنا کو حرام قرار دیتا ہے اور نوع انسانی کی دونوں صنفوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے فطری تعلق کو ایک ایسے ضابطے کا پابند بنادیں جو اخلاق کو فحش اور بے حیائی سے اور تمدن کو فساد سے محفوظ رکھنے والا ہو۔ اس لئے قرآن کریم میں نکاح کو احصان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حصن قلعہ کو کہتے ہیں اور احصان کے معنی قلعہ بندی کے ہیں۔ جو مرد نکاح کرتا ہے وہ محصن ہے تو گویا وہ ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے اور جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے وہ محصنہ ہے لیکن وہ اس قلعہ کی حفاظت میں آگئی ہے جو نکاح کی صورت میں اس سے نفس اور اس کے اخلاق کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ استعارہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں نکاح کا اولین مقصد اخلاق اور عصمت کا تحفظ ہے اور قانون ازدواج کا پہلا کام اس قلعہ کو مستحکم کرنا ہے جو نکاح کی صورت میں اس گراں قدر چیز

کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی سورہ النساء کی آیت نمبر چوبیس میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ

ترجمہ: ”ان عورتوں (حرام کی گئی عورتوں) کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا۔ بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو، نہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو،،

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ (النساء:۲۵)

ترجمہ: پس تم ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لو، اور معروف طریقہ سے ان کے مہر ادا کرو، تا کہ وہ حصار نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو کر رہیں نہ کہ آزاد شہوت رانی کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں۔

سورۃ المائدہ میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۚ (المائدہ:۵)

ترجمہ: اور محفوظ (باعفت) عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں خواہ وہ مومن ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ بشرطیک تم ان کے مہر ادا کر کے حصار نکاح میں لانے والے ہو، نہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔

عورت کو روحانی اور جسمانی تکلیفیں دینا۔ مار پیٹ کرے۔ گالم گلوچ یا تذلیل اور ایذا رسانی کے دوسرے طریقے اختیار کرنا عورت پر ظلم ہے اور اس کی اجازت نہیں ہے۔ عورت کے ساتھ مرد کا برتاؤ فیاضانہ اور محبت آمیز ہونا چاہیئے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں سب سے زیادہ اہمیت اس چیز کی ہے کہ مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق میں احصان یعنی اخلاق اور عفت وعصمت کا پورا پورا تحفظ ہو۔ میاں بیوی کو نکاح کے حصار میں اسی لئے محفوظ کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی فطری خواہشات پوری کریں اور اپنی نسل کی افزائش کریں۔ لیکن اگر حصار نکاح میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن سے حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خدشہ ہو تو بجائے اس کے نکاح کے حصار کو برقرار رکھنے کیلئے اللہ تعالی کی حدود کو قربان کر دیا جائے، بہتر یہ ہے کہ اللہ کی حدود پر نکاح کے حصار کو قربان کر دیا جائے۔ ایک سے زائد بیویوں سے نکاح کرنے والوں کو کے ساتھ تاکید کی گئی ہے کہ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (النساء 129) یعنی ایک عورت کی طرف بالکل اس طرح نہ جھک پڑو کہ دوسری عورت گویا معلّق رہ جائے۔ اس حکم کا مقصد یہی ہے کہ کوئی عورت ایسی حالت میں مبتلا نہ ہو جائے جس سے وہ حدود اللہ کو توڑنے پر مجبور ہو۔ ایسی حالت میں نکاح کی ظاہری قید برقرار رکھنے سے بہتر ہے کہ اس کو توڑ دیا جائے اور عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کیلئے آزاد ہو جائے۔ اسلام میں عورت

کو خلع کا حق بھی اسی مقصد کے تحت دیا گیا ہے۔ ایک عورت کا کسی ایسے شخص کے پاس رہنا جس سے وہ خوش نہ ہو یا جس سے اس کے نفس کو اطمینان حاصل نہ ہوتا ہو اس کو ایسے حالات میں مبتلا کر دیتا ہے جن میں حدود اللہ کے ٹوٹ جانے کا خدشہ ہے۔ اس لئے ایسی عورت کو حق دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو اس کا مال، جو مہر کے صورت میں اسے ملا تھا، یا اس سے کم یا زیادہ دے کر قید نکاح سے رہائی حاصل کر لے۔

مودت ورحمت

دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ نوع انسانی کے دونوں صنفوں کے درمیان ازدواج کا تعلق مودت و رحمت کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ نکاح کرنے سے تہذیب وتمدن کے جو مقاصد متعلق ہیں ان کو میاں بیوی اپنے اشتراک عمل سے مکمل طور پر پورا کر سکیں اور ان کو اپنی خاندانی زندگی میں وہ راحت و مسرت اور سکون و آرام حاصل ہو سکے جس کا حصول انہیں تمدن کے بالاتر مقاصد پورے کرنے کی قوت بہم پہنچانے کیلئے ضروری ہے۔ قرآن مجید کے سورۃ الروم کی آیت نمبر 21 میں اللہ تعالی نے ان کے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم:۲۱)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیاں محبت اور رحمت پیدا کر دی۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 187 میں میاں اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

ترجمہ: وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس۔

لباس کے استعارہ کو میاں بیوی کیلئے استعمال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کا باہمی تعلق معنوی حیثیت سے ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا جسم اور لباس کے درمیان ہوتا ہے۔ ان کے دل اور ان کی روحیں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوں، وہ ایک دوسرے کے ستر پوشی کریں اور ایک دوسرے کو ان اثرات بد سے بچائیں جو ان کی عزت اور ان کے اخلاق پر حروف لانے والے ہوں۔ یہی باہمی مودت اور رحمت کا تقاضا ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے یہی ازدواجی تعلق کی اصلی روح ہے۔ اگر کسی میاں بیوی کے تعلق میں یہ روح نہیں ہے تو گویا وہ بے جان لاش ہے۔ اسلام میں ازدواجی تعلقات کیلئے جو قوانین مقرر کئے گئے ہیں ان سب میں اس مقصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ میاں بیوی اگر ایک دوسرے کے ساتھ رہیں تو صلح و آشتی، محبت اور دلی یکجہتی کے ساتھ رہیں، دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں اور آپس کے تعلقات میں فیاضانہ برتاؤ رکھیں لیکن وہ اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر ان کی یکجائی سے جدائی بہتر ہے، کیوں کہ مودت و رحمت کی روح نکل جانے کے بعد ازدواجی تعلق ایک مردہ جسم ہے جس کو اگر دفن نہ کر دیا جائے تو عفونت پیدا ہو گی اور اس سے خانگی زندگی کی ساری فضا زہر آلود ہو جائے گی۔

اصول قانون

مقاصد قانون سمجھ لینے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اسلامی قانون ازدواج کی تدوین کن اصولوں پر کی گئی ہے۔ وہ اصل.... ایک رشتہ نکاح کو مستحکم کرنے کیلئے اور دوسرا رشتہ نکاح کے برقرار نہ رہ سکنے کے بارے میں ہے۔

01: اصل اول:

اصول قانون میں پہلی اصل یہ ہے کہ میاں بیوی کی زندگی میں مرد کو اللہ تعالی نے عورت سے ایک درجے زائد عطا فرمایا ہے۔وللرجال علیھن درجة-اس درجہ کی تشریح سورۃ النساء میں اس طرح کی گئی ہے:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ ؕ (النساء:۳۴)

ترجمہ: مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ اس بناء پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بناء پر کہ مرد اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو نیک عورتیں ہیں وہ شوہر کی اطاعت کرنے والی اور ان کی غیر موجودگی میں اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

خانگی زندگی کے نظم کو برقرار رکھنے کیلئے بہرحال میاں بیوی میں سے ایک کا قوام اور صاحب امر ہونا ضروری ہے۔ اگر دونوں بالکل مساوی درجہ اختیارات رکھنے والے ہوں تو بد نظمی کا پیدا ہونا یقینی ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لئے اسمیں انسانی فطرت کا لحاظ کر کے زوجین میں سے ایک کو قوام اور صاحب امر اور دوسرے کو مطیع اور ماتحت بنانا ضروری سمجھا اور قوامیت کیلئے اس فریق کا انتخاب کیا جو فطرتاً ہی درجہ لے کر پیدا ہوا ہے۔

مرد کے فرائض

اسلامی قانون کے تحت مرد کی حیثیت قوام ہونے کے ضابطے کی بناء پر اس پر تین فرائض عائد ہوتے ہیں:

(1) وہ عورت کا مہر ادا کرے، کیوں کہ اس کو عورت پر جو حقوق زوجیت حاصل ہوتے ہیں وہ مہر کا معاوضہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ مہر کو فریضہ قرار دیا ہے۔ نکاح کے وقت عورت اور مرد کے درمیان جو مہر مقرر کیا گیا ہو اس کی ادائیگی مرد پر لازم ہے۔ آج کا نکاح نامے میں محض نمائش کیلئے ہزاروں لاکھوں روپے کا مہر لکھ لیا جاتا ہے، حالانکہ ادا کرنے کی نیت نہیں ہوتی۔ اس نیت کے ساتھ جو نکاح کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فاسد ہے۔ مہر معجل (Prompt dower) کی رقم تو فوری طور پر ادا کر دینی چاہئے اور مہر مؤکل (Deferred dower) کیلئے مدت کا تعین کر دینا چاہیے کہ مرد اتنی مدت میں اسے ادا کر دے گا۔ بیوی اگر بخوشی معاف کر دے یا میاں پر احسان کر کے برضا و رغبت اپنے حق سے دستبردار ہو جائے تو مہر کی ادائیگی ساقط ہو جاتی ہے۔

(2) شوہر کا دوسرا فرض بیوی اور بچوں کا نفقہ اور کفالت ہے۔ مالی کفالت کے ساتھ ساتھ علم و اخلاق کی کفالت و تربیت بھی۔ اسلامی قانون نے میاں بیوی کے حدود عمل کی واضح طور پر

تقسیم کر دی ہے۔بیوی کا کام گھر کا محاذ سنبھالنا اور خانگی زندگی کے فرائض انجام دینا ہے۔اللہ تعالی نے حکم دیا ہے۔وقرن في بیوتکن یعنی اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ جمی رہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔تم سب (اپنی اپنی حیثیت میں) نگران ہو اور تم سب سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی جو ان کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں۔اور شوہر کا کام کما کر اپنے اہل وعیال کیلئے ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے۔اسی بناء پر شوہر کو بیوی پر فضیلت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اگر شوہر اپنی اس ذمہ داری کو ادا نہ کرے تو اسلامی قانون اس کو ادا کرنے پر مجبور کرتا ہے اور بصورت انکار یا بصورت عدم استطاعت، اس کا نکاح تک فسخ کر سکتا ہے۔نفقہ کی مقدار کا تعین کرنا بیوی کی خواہشات پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ مرد کی استطاعت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے قاعدہ کلیہ بیان کر دیا ہے کہ علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ.مالدار پر اس کی استطاعت کے مطابق نفقہ ہے اور مفلس پر اس کی استطاعت کے مطابق۔

(3) مرد کا تیسرا فرض یہ ہے کہ عورت پر کسی بھی قسم کا ظلم نہ کرے۔عورت کے داعیات نفس کو بھی پورا کرے اور اسے معلق بھی نہ رکھے،اسلامی قانون ازدواج کا اہم ترین مقصد اخلاق اور عصمت کی حالت کے ساتھ افزائش نسل ہے۔ایک مرد اگر ایک بیوی سے ناراض ہو کر دوسری شادی کر لے، لیکن پہلی بیوی کی خواہشات نفس کی تسکین سے مستقل طور پر محروم رکھے تو وہ اپنے اخلاق اور عصمت کی حفاظت کس طرح کر سکتی ہے،جب تک اس کا شوہر اس کی طرف رجوع نہ کرے؟۔اسلامی قانون صرف عدل وانصاف کی شرط کے ساتھ دوسری

شادی کی اجازت دیتا ہے۔ کسی عورت سے اس کے شوہر کی رغبت نہ رہے اور اس کو بیوی کے طور پر رکھنا نہ چاہے مگر اسے ستانے اور اس کے ساتھ زیادتی کرنے کیلئے اسے اپنے گھر میں عضو معطل بنا کر رکھ چھوڑے تو یہ بھی ظلم ہے اور قرآن مجید میں اس حرکت سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا ہے: اور ان کو ستانے اور زیادتی کرنے کیلئے نہ روک رکھو۔ جو ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اللہ کی آیات کا مذاق نہ بنالو۔

اسی طرح عورت کو روحانی اور جسمانی تکلیفیں دینا، مار پیٹ کرنا، گالم گلوچ یا تذلیل اور ایذا رسانی کے دوسرے طریقے اختیار کرنا عورت پر ظلم ہے اور اس کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے ظلم سے روکنے کے علاوہ شوہر کو عام اخلاقی ہدایات بھی دی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے ساتھ مرد کا برتاؤ فیاضانہ اور محبت آمیز ہونا چاہیے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے و لا تنسوا الفضل بینکم (سورۃ البقرہ ۲۳۷)
ترجمہ: آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔ رات دن کی تھکا فضیحتی کے ساتھ زندگی گزارنا حماقت ہے۔ اگر عورت کو رکھنا ہے تو وعاشروھن بالمعروف ان (اپنی بیویوں) کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو) کے حکم پر عمل کرتے ہوئے سیدھی طرح سے رکھو لیکن اگر نہ بنے تو سیدھی طرح سے رخصت کر دو۔ اس سے اسلامی قانون کی روح یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ عدل و انصاف اور رحمت و مودت کے برتاؤ کی ذمہ داری بڑی حد تک مرد پر عائد کرتا ہے۔

عورت پر مرد کے حقوق:(عورت کے فرائض)

(1) عورت پر مرد کا پہلا حق قرآن مجید نے سورۃالنساء کی آیت نمبر ۳۴ میں اس طرح بیان کیا ہے جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت کرنے والی اور غیب کی حفاظت کرنے والی ہیں اللہ تعالی کی حفاظت کے ماتحت۔ غیب کی حفاظت سے مراد ہر اس چیز کی حفاظت کرنا ہے جو شوہر کی ہو اور اس کی غیر موجودگی میں بطور امانت عورت کے پاس رہے۔ اس میں اس کے نسب کی حفاظت، اس کی آبرو کی حفاظت، اس کے مال اور اولاد کی حفاظت (مال کی حفاظت یعنی کفایت شعاری۔۔ خرچ میں میانہ روی۔ حوالہ حدیث میانہ روی آدھی معیشت ہے۔ میانہ روی اختیار کرنے والا مفلس نہیں ہوتا۔ اولاد کی حفاظت یعنی اولاد کی صحیح تربیت۔ بچوں کے اندر نور ایمان پیدا کرنا۔ انہیں صحیح مسلمان بنانا) اس کے رازوں کی حفاظت، غرض سب کچھ ہی آجاتا ہے۔ اگر عورت ان حقوق میں سے کسی حق کو ادا کرنے میں کوتاہی کرے تو مرد کو قوام ہونے کے اختیارات استعمال کرنے کا حق ہوں گے۔

(2) مرد کا دوسرا حق یہ ہے کہ عورت اس کی مکمل اطاعت کرے۔ سورۃ النساء میں شوہر کی اطاعت کا جو عمومی حکم ہے اس کی تشرت میں نبی اکرم ﷺ نے متعدد احادیث میں فرمایا کہ

a. تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے ہاں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔

b. وہ اس کے گھر میں سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر صدقہ نہ کرے۔ اگر ایسا کرے گی تو اجر شوہر کو ملے گا اور گناہ عورت پر ہو گا۔ نیز وہ اس کی اجازت کے بغیر صدقہ نہ کرے۔ نیز وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ نکلے۔

c. عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں رمضان کے سوا نفل روزہ اس کی اجازت کے بغیر ایک دن بھی نہ رکھے۔

d. بہترین عورت وہ ہے کہ جب تو اس کو دیکھے تو تیرا دل خوش ہو جائے اور جب تو اس کو حکم دے تو وہ تیری اطاعت کرے اور جب تو اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ تیرے مال اور اپنے نفس میں تیرے حق کی حفاظت کرے۔" اطاعت کے اس عام حکم میں صرف ایک استثناء ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر عورت سے اس کا شوہر اللہ تعالیٰ کی معصیت کا مطالبہ کرے تو وہ اس کا حکم ماننے سے انکار کر دے۔ مثلاً وہ فرض نماز چھوڑنے یا فرض روزہ نہ رکھنے یا شراب پینے پر شرعی پردہ ترک کر دینے یا فواحش کے ارتکاب کا حکم دے تو عورت کا فرض ہے کہ ایسے کام کو ٹھکرا دے۔ اس لئے کہ لا طاعة المخلوق في معصية الخالق (خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔)

مرد کے اختیارات

(1) پہلا اختیار: اس استثنائی کے سوا باقی تمام صورتوں میں شوہر کی اطاعت عورت پر فرض ہے۔ اگر نہ کرے گی تو نافرمانی ہو گی اور شوہر کا حق حاصل ہو گا عدم اطاعت پر پہلے عورت

کو نصیحت کرے۔ اگر وہ نصیحت قبول کر کے اطاعت کرنا شروع کر دے تو فبھا۔ اگر عورت نصیحت کا اثر قبول نہ کرے تو مرد کو اختیار ہے کہ اپنے برتاؤ میں حسب ضرورت اس کے ساتھ سختی کرے، بستر سے علیحدہ کر دے اور اگر عورت اس پر بھی نہ مانے تو وہ اس کو مار بھی سکتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی اطاعت کرنے لگے لیکن مارنے کی سزا کی اجازت شدید نافرمانی کی صورت میں دی گئی ہے اور اس کیلئے بھی نبی اکرم ﷺ نے یہ قید لگا دی ہے کہ ضرب شدید نہ ہونی چاہے۔ حضور نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: اگر وہ تمہارے کسی جائز حکم کی نافرمانی کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ منہ پر نہ مارو اور گالم گلوچ نہ کرو"

(2) دوسرا اختیار مرد کو یہ دیا گیا ہے کہ اگر عورت کے ساتھ وہ نباہ نہ کر سکتا ہو تو اس کو طلاق دے دے، چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے عورت کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے۔ اس لئے ان حقوق سے طلاق کی صورت میں دستبردار ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے۔ بعض لوگ اہل مغرب کی تقلید میں یہ چاہتے ہیں کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر سے لے کر عورت کو دے دیا جائے لیکن شریعت کی رو سے عورت کو یہ اختیار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اگر اسے یہ اختیار دے دیا جائے تو یہ مرد کا اختیار ضائع کرنے پر دلیر ہو گی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا مال خرچ کر کے کوئی چیز حاصل کرے گا وہ اس کو آخری حد تک رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اور صرف اس وقت چھوڑے گا جب اس کے لئے چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو گا۔ لیکن اگر مال صرف کرنے والا ایک فریق ہو اور ضائع کرنے کا اختیار

دوسرے فریق کو مل جائے تو اس دوسرے فریق سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے اس اختیار کے استعمال میں اس فریق کے مفاد کا لحاظ کرے گا جس نے مال خرچ کیا ہے۔ لہذا مرد کو طلاق کا اختیار دینا نہ صرف اس کے جائز حق کی حفاظت ہے، بلکہ اس میں مصلحت ہی مضمر ہے کہ طلاق کی کثرت نہ ہو۔ اللہ تعالی نے سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے کہ بیدہ عقدۃ النکاح یعنی "نکاح کی گرہ اس (مرد) کے ہاتھ میں ہے۔

(2) اصل دوم: (طلاق کے احکام)

اسلامی قانون ازدوران کی دوسری اصل یہ ہے کہ نکاح کے تعلق کو امکانی حد تک مستحکم بنایا جائے اور جو مرد اور عورت ایک مرتبہ نکاح کے مقدس رشتے میں بندھ چکے ہوں ان کو باہم جمع رکھنے کی انتہائی کوشش کی جائے۔ مگر جب ان کے درمیان محبت اور موافقت کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور نکاح کے رشتے میں ان کے بندھے رہنے سے قانون کے اصل مقاصد فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ان کو نفرت وکراہت اور طبیعتوں کے ناموافقت کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رکھنے پر اصرار نہ کیا جائے۔ اس صورت میں ان کیلئے اور معاشرے کیلئے بہتر یہی ہے کہ ان کی علیحدگی کا راستہ کھول دیا جائے۔ اس معاملے میں اسلامی قانون نے فطرت انسانی کی رعایت اور تمدنی مصالح کی حفاظت کے درمیان ایسا صحیح توازن قائم کیا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے قانون میں نہیں مل سکتی۔ ایک طرف وہ افزائش نسل کیلئے رشتہ نکاح کو مستحکم بنانا چاہتا ہے مگر نہ اتنا مضبوط اور ناقابل شکست جتنا ہندو مذہب اور عیسائیت میں ہے کہ میاں بیوی کیلئے شادی کی زندگی خواہ کتنی ہی شدید مصیبت بن جائے بہر حال وہ ایک

دوسرے سے علیحدہ نہ ہو سکیں۔ دوسری طرف وہ علیحدگی کے رستے تو کھولتا ہے مگر اتنے آسان نہیں جتنے روس، امریکہ اور مغرب کے اکثر ممالک میں ہیں کہ ازدواجی تعلق میں سرے سے کوئی پائیداری کی باقی نہیں ہے اور رشتہ ازدواج کی کمزوری سے عائلی زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا ہے۔

طلاق اور ان کی شرائط: شریعت اسلامی کی اصطلاع میں طلاق سے مراد وہ علیحدگی ہے۔ جس کا حق مرد کو دیا گیا ہے۔ مرد اپنے اس اختیار میں آزاد ہے۔ وہ جب چاہے اپنے ان حقوق زوجیت سے دستبردار ہو سکتا ہے جن کو اس نے مہر کے معاوضے میں حاصل کیا تھا مگر ہماری شریعت طلاق کو پسند نہیں کرتی ۔ حضور نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

- ”اللہ تعالی کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔“
- حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا” شادیاں کرو اور طلاق نہ دو، کیونکہ اللہ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا“

اس لئے مرد کو طلاق کا آزادانہ اختیار دینے کے ساتھ ساتھ ایسی شرائط کا پابند کر دیا گیا ہے جن کے تحت وہ اس اختیار کو محض آخری چارہ کار کے طور پر ہی استعمال کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر عورت تم کو ناپسند بھی ہو تو جہاں تک ہو سکے اس کے ساتھ نباہنے کی کوشش کرو۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا
(اَلنِّسَآء:۱۹)

ترجمہ: 'ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تم کو ناپسند بھی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دے۔"

- جن میاں بیوی کے درمیان ناچاقی یا علیحدگی ہو جائے۔ ان کے بچوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ خاندان کے اندر باہمی مشاورت کو فروغ دیا جائے۔ اس سے خاندان کی زندگی پر مسرت ہو جاتی ہے اور خیر برکت اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔

لیکن اگر نباہ نہ ہو سکتا ہو تو مرد کو طلاق دینے کا حق ہے مگر یک لخت بیوی کو چھوڑ دینا درست نہیں ہے۔ طہر کی حالت میں ایک ایک مہینے کے فاصلے سے ایک طلاق دی جاسکتی ہے۔ تیسرے مہینے کے اختتام تک آدمی کو سوچنے کا موقع حاصل رہے گا۔ ممکن ہو گا اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے یا عورت کے رویے میں کوئی خوش آئند تبدیلی آجائے یا آدمی کا ارادہ بدل جائے۔ البتہ اگر اس مہلت میں سوچنے سمجھنے کے باوجود آدمی کا فیصلہ یہی ہو کہ اس عورت کو چھوڑ دینا چاہیے تو پھر تیسرے مہینے کے ختم ہونے پر آخری طلاق دی جاسکتی ہے اور رجوع کئے بغیر عدت گزر جانے پر میاں بیوی کے درمیان ہمیشہ کیلے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ اس میں بھی احسن طریقہ یہ ہے کہ تیسری مرتبہ طلاق نہ دی جائے اور کوئی عدت گزر جانے دی جائے۔ اس صورت میں یہ موقع باقی رہتا ہے کہ اگر زوجین باہم نکاح کرنا چاہیں تو دوبارہ ان کا نکاح ہو سکتا ہے لیکن تیسری بار طلاق دینے سے طلاق مغلظ ہو جاتی ہے جس کے بعد تحلیل کے بغیر سابق میاں بیوی کا ایک دوسرے سے پھر نکاح نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک چھوٹتے ہی تین طلاق دینا غلط ہے اور اسے اصطلاع میں طلاق بدعت کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بدعت کو ضلالت قرار دیا ہے

خلع: اسلامی شریعت نے جس طرح مرد کو یہ حق دیا ہے کہ جس عورت کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اور جس کے ساتھ وہ کسی طرح نباہ نہیں کر سکتا، اسے طلاق دے دے۔ اسی طرح عورت کو بھی یہ حق دیا ہے کہ جس مرد کو وہ ناپسند کرتی ہو اور کسی طرح اس کے ساتھ زندگی گزار نہیں سکتی، اس سے خلع حاصل کرلے۔ طلاق کی طرح خلع کا اختیار بھی صرف آخری چارہ کار کے طور پر استعمال کرنا چاہیے۔

(1) خلع ایسی حالت میں ہونا چاہے جبکہ حدود اللہ کے ٹوٹ جانے کا خوف ہو۔

(2) جب عورت عقد نکاح سے آزاد ہونا چاہے تو وہ اس مال کا ایک حصہ یا پورا مال واپس کر کے جدا ہو سکتی ہے جو اس نے شوہر سے لیا تھا۔

(3) افتداء یعنی معاوضہ دے کر رہائی حاصل کرنے کیلئے محض فدیہ دینے والی کی خواہش کافی نہیں ہے بلکہ اس معاملے کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جبکہ فدیہ لینے والا مرد بھی راضی ہے۔

(4) خلع کیلئے صرف اس قدر کافی ہے کہ عورت اپنا پورا مہر یا اس کا ایک حصہ پیش کر کے علیحدگی کا مطالبہ کرے اور مرد اس کو قبول کر کے طلاق دے دے خلع کا فعل طرفین کی رضامندی سے مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ گھر کے گھر میں طے ہو سکتا ہے۔ عدالت میں لے جانا ضروری نہیں ہے۔

(5) اگر عورت فدیہ پیش کرے اور مرد قبول نہ کرے تو اس صورت میں عورت کو عدالت سے رجوع کرنے کا ہے۔ عدالت کا عورت کو وعظ و نصیحت کر کے شوہر کے ساتھ رہنے کیلئے راضی کرنے کی کوشش ضرور کر سکتا ہے۔ لیکن وہ اس کی خواہش کے خلاف اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خلع کا حق عورت کو اللہ تعالی نے دیا ہے۔ اگر وہ اس امر کا اندیشہ ظاہر کرتی ہے

کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے میں وہ حدود اللہ پر قائم نہیں رہ سکے گی تو کسی کو اس سے یہ کہنے کا حق نہیں کی تو چاہے حدود اللہ کو توڑ دے مگر اس خاص مرد کے ساتھ بہر حال تجھے رہنا پڑے گا۔

اسلامی شریعت میں قانون ازدواج کی بنیاد ہی اس اصل پر رکھی گئی ہے کہ افزائش نسل کیلئے عورت اور مرد کا ازدواجی تعلق جب تک پاکیزگی، اخلاق اور مودت ورحمت کے ساتھ قائم رہ سکتا ہو۔ اس استحکام مستحسن اور ضروری ہے اور اس کو توڑنا یا تڑوانے کی کوشش کرنا سخت پسندیدہ ہے اور جب یہ تعلق دونوں کیلئے یا دونوں میں سے کسی ایک کیلئے اخلاق کی خرابی کا سبب بن جائے یا اس میں مودت ورحمت کی جگہ نفرت وکراہت داخل ہو جائے تو پھر اس کا توڑ کرنا ضروری اور اس کا باقی رہنا مقاصد شریعت کے خلاف ہے اور اس عمل کے ماتحت شریعت کے معاملہ نکاح کے دونوں فریقوں کو ایک ایک قانونی آلہ ایسا دیا ہے جس سے وہ عقد کے نا قابل برداشت ہو جانے کی صورت میں کام لے سکتے ہیں۔ مرد کے قانونی آلہ کا نام طلاق ہے، اور عورت کے قانونی آلہ کا نام خلع ہے جس کے استعمال کی صورت یہ رکھی گئی ہے کہ جب وہ عقد نکاح کو توڑنا چاہے تو پہلے مرد سے اس کا مطالبہ کرے اور اگر مرد اس کا مطالبہ پورا کرنے سے انکار کر دے، تو پھر وہ عدالت سے مدد حاصل کرے۔

میاں بیوی کے حقوق میں توازن اسی طرح قائم رہ سکتا ہے اور اللہ تعالی ورسول اکرم ﷺ نے در حقیقت یہی توازن قائم فرمایا تھا۔ یہ توازن ہی مطلوب مقصود ہے اور اسے ہر صورت میں برقرار رکھنا چاہیے۔

باہمی مشاورت

میاں بیوی کے حقوق و فرائض الگ الگ بیان کر دینے کے بعد اب میں آخر میں دونوں کو یکساں ایک اہم فریضہ بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ہے باہمی مشاورت۔

انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں کمی اور کوتاہی فطری ہے کیونکہ کوئی بھی انسان عقل میں کامل ہے اور نہ ہی پوری بصیرت کا حامل ہے۔ اس لئے اسلام نے انسان کی ان بنیادی کمزوریوں کو دور کرنے، زندگی کو بہتر انداز سے گزارنے، صراط مستقیم پر قائم رہنے اور بڑے معاشرتی نقصانات سے بچنے کیلئے جو ہدایات دی ہیں ان میں اب اہم ہدایت اپنے معاملات میں باہمی مشورہ کرنا ہوتا ہے۔ مشاورت کا مقصد باہمی تبادلہ خیالات کے بعد کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ باہمی مشاورت میں ایک فرد مشورہ دینے والا ہوتا ہے جسے **مشیر** کہتے ہیں۔ یہ ایک سے زائد افراد بھی ہوسکتے ہیں اور دوسرا فرد وہ ہوتا ہے جسے مشورہ دیا جاتا ہے۔ مشورے سے کسی مسئلے کے جملہ پہلو سامنے آجاتے ہیں جسے سے مسئلے کی نوعیت سمجھنے اور درست فیصلہ کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ مشورہ اور مشاورت کے معنی میں رائے معلوم کر باہمی

سوچ بچار کرنا اور درست فیصلہ کی جانا۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے **فَاِنۡ اَرَادَا فِصَالًا عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا** ” پھر اگر وہ دونوں میاں بیوی آپس کی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں مشہور ہے کہ ”میں نے رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر کسی اور دوسروں سے مشورہ لینے والا نہیں پایا۔“

حدیبیہ میں رسول اکرم ﷺ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے مشورے پر عمل فرمایا تھا اور اپنی قربانی کا جانور ذبح کر دیا تھا اور اپنی سر منڈوالیا تھا۔ اس کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا تھا۔

میرے خیال میں اگر منشائے خداوندی یہ ہے کہ بچے کے دودھ چھڑانے کا محاطہ میاں بیوی کے مشورے سے طے ہو تو بچے کی تعلیم و تربیت، اس کے دل میں نور ایمان پیدا کرنے، اسے بہتر مسلمان بنانے، غرض اس کے بلوغت تک کے تمام مراحل اس کا گھر بسانے اور اس کا مستقبل بہتر بنانے تک کے تمام مراحل میں میاں بیوی کو باہمی مشاورت کے سلسلے میں اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی پیروی کرنی چاہیے۔ میاں بیوی کے تعلقات میں جس قدر محبت اور خلوص پر مبنی ہوں گے اس قدر خوشگوار اور مثالی ہوں گے اور وہ دونوں باہمی مشاورت پر عمل پیرا ہوں گے۔ اس حد تک ان کے بچوں کا مستقبل روشن ہو گا۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ جن میاں بیوی کے درمیان ناچاقی یا علیحدگی ہو جائے ان کے بچوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ خاندان کے اندر باہمی مشاورت کو فروغ دیا جائے۔ اس سے خاندان کی زندگی پر مسرت ہو جاتی ہے اور خیر و برکت اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے! آمین۔